© rasailojaraid.com

معرکۂ اسلام وجاہلیت

بدء الاسلام غریبًا وسیعود غریبا

(از جناب مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی)

انسانی تخلیق کے پہلے ہی دن سے عقل صحیح اور جہالت میں ایک مسلسل جنگ برپا ہے۔ عقل صحیح کا سرچشمہ انسان کی سلیم اور بے آمیز فطرت ہے۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ نفس کے حیوانی رجحانات کا تزکیہ کرے، اس کو مہذب اور شائستہ بنائے، اس کی محرک طاقتوں کو اخلاق و روحانیت کی بلندیوں تک پہنچنے میں استعمال کرے، اسکی لذت طلب سرشت کو علم و معرفت اور فضائل اخلاق سے لذت حاصل کرنے کا خوگر بنائے، اور اس کی طالب کمال فطرت میں حیوانات سے نہیں بلکہ فرشتوں سے بازی لے جانے کی طلب پیدا کردے۔ اس کے برعکس جہالت کا سرچشمہ نفس حیوانی ہے جو انسان کو محسوسات اور مادیات کا غلام اور خواہشات کا بندہ بنا دیتا ہے۔ وہ آدمی کے ذہن سے اس شعور کو محو کردینا چاہتی ہے کہ وہ انسان ہے، اور ہر وقت اس شعور کو تازہ کرتا رہتا ہے کہ وہ بس ایک اونچے درجے کا حیوان ہے۔ اسکی پیہم کوشش یہ ہے کہ عقل کو اپنا تابع فرمان بنا کر حیوانی کمالات تک پہنچنے کیلیے اس سے خدمت لے۔ دنیا کی محبت، انجام سے غفلت، لذات جسمانی میں سرمستی ظلم و عدوان، کبر و نخوت، استکبار و افساد فی الارض وغیرہ تمام رذائل اسی سے پیدا ہوتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اسی کی آغوش میں پرورش پاتے ہیں، یہانتک کہ جب سب سے آخری زینہ پر اس کا قدم پہنچ جاتا ہے، اس وقت بھی انسان یا تو خدا کے وجود ہی سے منکر ہو جاتا ہے یا خود خدائی کے عرش پر جا بیٹھتا اور ۲ انا ربکم الاعلیٰ کا اعلان کر دیتا ہے۔

دنیا کے کارخانے میں یہی دو طاقتیں کارفرما ہیں: عقل اور جہل۔ اور انہی کی زیادہ کھلی ہوئی تعبیر حق اور باطل ہے۔ یہ سارا ہنگامۂ عالم انھیں کی باہمی کشاکش کا نتیجہ ہے۔ زندگی کی ساری تگ و دو انھیں کے دم سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کو ایک آزمایش گاہ کہا جاتا ہے کیونکہ انسان کی کامیابی و ناکامی کا دار و مدار اسی پر ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کس کی طرف کھنچتا، اور کس کے تقاضوں کو قبول کرتا ہے۔ یہ دونوں قوتیں ایک دوسرے کی بالکل ضد واقع ہوئی ہیں۔ دونوں میں ایک فطری بُعد ہے جو کبھی کم نہیں ہوتا۔ دونوں کی ماہیتیں جدا جدا اور خواص مختلف ہیں۔ ایک کا فروغ دوسرے کی موت ہے۔ رات کی تاریک فطرت کسی ذرہ پر آفتاب کا تسلط پسند نہیں کرتی اور نہ آفتاب کی تیز نگاہیں کسی جگہ تاریکی کا کوئی نشان دیکھ سکتی ہیں۔ یہی حال عالم باطن کے نور و ظلمت کا ہے۔ بلکہ حق و باطل کی معرکہ آرائیاں کچھ اس سے بھی زیادہ سخت اور بے لاگ ہوتی ہیں۔ یہاں مصالحت کا کوئی امکان نہیں۔ جس طرح باطل کی ہر ادا حق کیلیے گھناؤنی، اجنبی اور ناقابلِ برداشت ہوتی ہے، اسی طرح سچائی کی ہر صدا باطل کیلیے غیر مانوس اور بیگانہ ہوتی ہے۔ دونوں مختلف جہتوں سے سرشت انسانی پر حملے کرتے ہیں۔ اسی کشمکش میں انسان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اور انھیں کی ہار جیت پر بنی آدم کی سعادت و شقاوت کا انحصار ہے۔

عقل اور جہل، حق اور باطل، نور اور ظلمت کی اس کشمکش میں دو طاقتیں دو مختلف سمتوں سے اپنے اپنے نمائندوں کی مدد کیلیے آتی ہیں۔ ایک شیطانی و طاغوتی طاقت ہے جو اسلیے آتی ہے کہ جہل اور باطل اور ظلمت کی مدد کرے اور انسان پر اس کو مسلط کر دے۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری ہدایت ربانی کی طاقت ہے جو انسانی پیکر میں نمودار ہوتی ہے، تاکہ عقل اور حق اور نور کے پوشیدہ خزانوں کو انسانی فطرت کی تہوں سے نکالے، اور ان سے جہل اور باطل کی تاریکیوں کو دور کر دے - وہ بھٹکنے والے کا ہاتھ پکڑتی ہے، اسے دلا سا دیتی ہے، اس کے باطنوں میں ایک روشنی دیکر صداقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اور جہل و نفس کی کثافتوں سے اس کے دل و دماغ کو پاک کر کے صحیح فہم و بصیرت کا آئینہ بنا دیتی ہے - یہ پروردگار کی سب سے بڑی نوازش ہے جسے قرآن حکیم نے رحمت و نعمت کہا ہے لیکن جسے اسرائیلی نادانوں نے لعنت کہکر پکارا اور آج کی "مہذب و حکیم" دنیا اس سے بھی زیادہ کہنے کو تیار ہے - اسی روشنی کا نام اسلام یا دین الٰہی ہے -

حق و باطل کے مزاجی تباین کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جہاں انسان نے حق سے باطل کی طرف منہ موڑا، فوراً ہی اسکے دل و دماغ پر جہالت اور خود فراموشی کے پردے پڑنے شروع ہو جاتے ہیں، اور اس سمت میں جتنا جتنا وہ بڑھتا جاتا ہے، اسی رفتار سے وہ صداقت سے بیگانہ، فطرت کے صحیح وجدان سے محروم، حقائق کے ادراک سے عاجز، اور انسانیت کے اعلیٰ و ارفع مقتضیات سے دور ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے زنگ آلودہ آئینہ میں سچائی اپنا کوئی عکس نہیں ڈال سکتی - اُس کی فکر، آب و گل کے حصار میں اس طرح گھر جاتی ہے کہ اُس کے ماوراء کسی شئے کے وجود کا تصور ہی نہیں کر سکتی - اس وقت اس کے سامنے اگر علم و حکمت کے فطری نظریات پیش کیے جائیں، رُموزِ حیات کی شرح بیان کی جائے، اور فلاح و کامرانی کے اصول سکھانے کی کوشش کی جائے تو وہ متحیر ہو کر رہ جائیگا - اس کی سمجھ میں نہ آئیگا کہ اسکے کان کیا سُن رہے ہیں - وہ اپنی عقل کو ان تصورات سے اس قدر بیگانہ اور نامانوس پائیگا کہ سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھیگا اور چیخنا شروع کر دیگا کہ میرے پاس ایسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باتوں پر غور کرنے کیلیے کوئی وقت نہیں ہے۔ اس کے نزدیک گویا یہ بدیہی مسئلہ ہوگا کہ اس قسم کی باتیں کرنے والا اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہے، سڑی اور دیوانہ ہے یا آسیب زدہ، اور اگر کچھ نہیں تو کم از کم جھوٹا اور مفتری ضرور ہے، شاعرانہ خیالات گھڑ رہا ہے، دام تزویر پھیلا کر دنیا کا شکار کرنا چاہتا ہے۔

تاریخ ہدایت اٹھا کر دیکھو، ورق ورق پر یہی داستان لکھی ہوئی ملے گی، اور بالکل ایک ہی سے لفظوں میں۔ کیونکہ باطل کا مزاج ہمیشہ یکساں رہا ہے، اور حق کی فطرت بھی ہمیشہ غیر متبدل رہی ہے، اس لیے جب جب دونوں میں تصادم ہوا، تصادم کی نوعیت بھی سدا ایک ہی سی رہی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جب جہالت کے رنگ کو کھرچنے کی کوشش کی تو باطل پرست انسان بے تاب ہو گیا اور آپے سے باہر ہو کر پتھر مارنے لگا۔ اسکی سمجھ میں یہی بات نہ آتی تھی کہ اتنی بڑی دنیا کا صرف ایک خدا کیسے ہو سکتا ہے، اور کائنات کی عظیم الشان طاقتیں خدائی سے محروم ہو کر انسان کی معبود بننے کے بجائے اسکی خادم کیسے قرار پا سکتی ہیں۔ پھر وہ حیران ہو کر کہتا تھا کہ اگر بالفرض خدا ایک ہی ہے، تب بھی ایک انسان کا رسولِ خدا بن جانا کتنی انہونی چیز اور مضحکہ خیز بات ہے اور انسان بھی وہ جس کے پاس چند قلاشوں اور فقیروں کی ایک ناکارہ جماعت کے سوا کوئی طاقت نہیں۔ کس طرح مان لیا جائے کہ ایسا شخص رب السموات والارض کا فرستادہ اور اس کا سفیر ہو اور اس کے پاس اوپر سے ہدایت آئے۔

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ (ہود - ۳) ان کا یہ تعجب اسوقت تک دور نہ ہوا جب تک عذاب الٰہی ان پر برس نہ پڑا اور بعض تو اتنی سرمستی میں تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ یہ شور قیامت بھی انکی آنکھیں نہ کھول سکا۔ اب بھی وہ اللہ کو پہاڑ سے کمتر ہی سمجھتے رہے ہے۔

قوم نوح کے بعد قوم عاد مقام جہل وضلالت کی وارث ہوئی، اور حضرت نوح کے بعد حضرت ہود مقام علم وہدایت کے جانشین بنکر آئے۔ دونوں طرف پھر وہی نقشہ تھا۔ ادھر سے عقل اور علم کی جو بات بھی کہی جاتی تھی، اُدھر سے اس کا یہی جواب ملتا تھا کہ یہ تو ان ہونی بات ہے۔ یہ تو کبھی سننے میں نہیں آئی۔ یہ تو کسی طرح سمجھ میں ہی نہیں آتی۔ ساری کائنات کا ایک خدا! پھر اتنے بڑے خدا سے انسان کا تعلق! پرانے زمانے کے بڑے بڑے آدمی جاہل، اور ہمارے زمانے کا ایک معمولی آدمی علم کی روشنی سے منور! جس شخص کو ہم عام آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے دیکھتے ہیں، وہ کہتا ہے کہ میرے پاس رب السموات والارض کی طرف سے وحی آتی ہے! اور کہتا ہے کہ انسان سب سے حقیر سورج اور چاند سے بھی بالاتر اور صرف اللہ سے فروتر ہے! اور کہتا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کیلئے کسی سفارشی کی بھی ضرورت نہیں! ان میں سے ایک ایک بات جاہلوں کیلئے نرالی تھی۔ ان کے ذہن ہر بات سے بغاوت کرتے تھے۔ آخر کار انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ ایسا شخص ضرور دیوانہ ہے۔ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے تمدن و معاشرت کی بے اعتدالیوں کی اصلاح کرنی چاہی تو پوری قوم کی قوم اس نئی بات کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ جاہلوں کی عقل یہ بات سمجھنے سے انکار کرتی تھی کہ جو خواہش عورتوں سے پوری کی جاتی ہے، اسے اگر لڑکوں سے بھی پورا کیا جا سکے، تو اس سے احتراز کیوں کیا جائے۔

مدین کی سرزمین میں بھی عقل و جہل کا نقشۂ جنگ یہی تھا۔ باطل کی محبت اہل مدین کے خون میں بری طرح پیوست ہو چکی تھی۔ ان کے فساد مزاجی کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت شعیبؑ نے آکر انھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگی کا تریاق پلانا چاہا تو اس کی "تلخی اور سمیت" کی شکایت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا خدا کو ایک سمجھو، ان بے جان مورتیوں کے سامنے اپنے ماتھے نہ ٹیکو، خدا کی زمین میں فساد برپا نہ کرو، اپنے تمدنی و معاشی نظام کو معائب سے پاک کرو، ناپ تول میں چھل فریب سے کام نہ لو۔ قوم نے جواب دیا یہ نادر فلسفہ کس سے سیکھا ہے؟ کیا ہم اپنے خاندانی اعتقادات اور اپنے تمدن کے پرانے رسم و رواج کو تمہاری نماز پر نثار کردیں؟ ترازو کی ڈنڈی مار کر جو فائدہ حاصل ہوتا ہے اسے محض اسلیے چھوڑ دیں کہ آخرت میں اس سے نقصان ہوگا؟ آخرت کیلیے دنیا کو قربان کرنا، اور نسیہ پر نقد کو چھوڑ دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ بڑے "حلیم" اور رشید بنکر نکلے ہو! تمہاری نماز اگر توحید و اخلاص اور صفائی معاملات کا حکم دیتی ہے تو تم اس پر عمل کرو، ہمیں کیوں مجبور کرتے ہو کہ اپنا طریقہ چھوڑ دیں۔ مذہب کا معاملہ ذاتی اور انفرادی ہے۔ ساری قوم پر اپنے مزعومات کو مسلط کرنے کا تمہیں کیا حق ہے؟ قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ (ہود - ۸)

پیغمبر نے ان کے اس جاہلانہ تصور کو پھر دور کرنے کی کوشش کی۔ استغفار کی طرف بلایا۔ انجام سے ڈرایا، سنت الٰہیہ کے اٹل اور سچے اصول پڑھ کر سنائے۔ جواب میں انہوں نے بھی اپنا آخری فیصلہ سنا دیا:

قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ (ہود - ۸)

انہوں نے کہا اے شعیب تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ ہم تو تم کو اپنے اندر بہت کمزور خیال کرتے ہیں۔ اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتنی بے باکی اور صاف گوئی سے کہہ رہے ہیں کہ ہم تو تمہاری بات سمجھتے ہی نہیں۔
پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے ساتھ تو قدم قدم پر اس جہالت اور کج فہمی نے ٹکرلی - فرعونی گروہ نے توحید و معاد کا "نو ایجاد" نام سنا تو کہنے لگا۔
مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ - (قصص ۴) یہ تو محض گھڑا ہوا جادو (ساحرانہ ڈھکوسلا) ہے، ہم نے تو اپنے بزرگوں میں ایسی بات کبھی سنی ہی نہیں۔
لیکن یہ تو تھے ہی پروردۂ جہل و ظلمت - تقرعن اور حیب نفس کے غلیظ پردے تو ان کے تخیلات پر پوری طرح چھا ہی چکے تھے - پر جنکے قلوب رحمت کے چشموں سے بار بار دھوئے جا چکے تھے اور جنکی فطرت کو جگانے اور عقل کو جلا دینے کیلیے صیقل گر ازل نے پے بہ پے مواقع بہم پہنچائے تھے، ان سے بھی جب ایک، اکیلے، ان دیکھے اور غیر جسمانی معبود کی پرستش کیلیے کہا گیا تو ان کا تصور اس غیر مانوس حقیقت کو اپنی گرفت میں نہ لے سکا، صبر نہ کر سکے اور پیغمبر سے کھل کر کہہ ہی دیا کہ:
لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے تا آنکہ اللہ کو علی الاعلان دیکھ لیں۔
آگے چل کر ایک موقعہ پر تو اس جہل پرست ذہنیت نے کمال ہی کر دیا - فرعون اور اس کے طاغوتی لشکر کو دریا کی موجیں نگل چکی ہیں - قوم یہود آسمانی رحمتوں کے سایہ میں ارض مبارکہ کی طرف ہجرت کر رہی ہے - راہ میں ایک قوم نظر آتی ہے جو تراشے ہوئے مجسموں کو سجدے کر رہی ہے - اس جانی پہچانی عبادت کا پرانا نقش محبت یکایک ابھر آتا ہے اور وہ حضرت موسیٰ سے کہتے ہیں :-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يَامُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ — اے موسیٰ جیسے ان کے خدا ہیں ویسا ہی ایک خدا ہمارے لیے بھی بنا دے۔

حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا۔

إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ — تم تو نرے جاہل لوگ ہو۔

"جاہل" قوم ہو، یعنی تمہارے دل و دماغ پر جذبات نفس اور بے عقلی کی کارفرمائی ہے جو خالص . . . فطری نظریات سے مانوس نہیں ہونے دیتی۔

یہ عہدِ عتیق کی چند سچی شہادتیں ہیں۔ ان اجمالی اشارات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ علم و معرفت، تہذیب و تمدن، معاشرت و سیاست، اخلاق و اعتقاد کے بلند اصول جو انسانی عقل اور روح کی مرغوب ترین غذا ہیں، خود انسان ہی کا ذوق کسی وقت میں ـــ انھیں کتنی تُرشروئی اور ناگواری کے ساتھ اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔ اس کی وجہ، ہر زمانہ میں، ہر جگہ اور ہر قوم کیلیے ہمیشہ ایک ہی رہی ہے یعنی انسانی ذہنیت کا پست اور اس کی فکری و عقلی صلاحیتوں کا مجروح و فاسد ہو جانا۔ یہی ایک مستقل حجاب ہے جو حق و باطل کے درمیان ہمیشہ حائل ہوتا رہا ہے۔

شائد یہ شبہ ہو کہ یہ اُس دور کے حالات ہیں جب عقلِ انسانی اپنے عہدِ طفولیت سے گذر رہی تھی۔ وہ اتنی اونچائی تک پہنچنے سے خِلقتاً عاجز و بے بس تھی۔ لیکن نہیں، بات یہ نہیں ہے۔ اُس "عہدِ طفلی" میں بھی جنکی فطرتیں پاک اور بے آمیز تھیں، مقام انسانیت کی قدر شناس تھیں، ان کے سامنے جب حق نمودار ہوا تو پکار اٹھے وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۔ حق سے وحشت کھائی، اس پر استعجاب ظاہر کیا تو محض ان کور دماغوں نے جو دنیا پر مفتون تھے، محسوسات و مادیات کے غلام تھے، اپنی اہوا و آرا کو اپنا معبود بنا چکے تھے، جو انسانیت اور نفسانیت کو مترادف سمجھنے لگے تھے، جنکی عقلیں تاریک اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فطرتیں مسخ ہو چکی تھیں۔

چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ جب شعور انسانی اپنے کامل نشو و نما کو پہنچ چکا، عقلیں پختہ اور نظریں وسیع ہو چکیں، امانت الٰہی کو پوری ذمہ داری کے ساتھ اٹھانے کا وقت آیا، اُس وقت بھی یہ سنت بالکل اسی لباس میں نمودار ہو کر رہی، اور پیغمبر آخر الزماںؐ کی بلند تعلیمات کو اسی حیرت اور استعجاب کے ساتھ سُنا گیا۔ آپ کی صدائے حق کانوں کو اسی طرح اجنبی، غیر مانوس اور ناقابلِ فہم معلوم ہوئی، اور آپ کو اسی طرح شاعر، مجنون، کاہن، مفتری اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا اور جب قوم نے رحمت و خیر خواہی کا جواب پتھروں اور ننگی تلواروں سے دیا، تو پیغمبر کی زبان سے بھی صرف یہی نکلا کہ رَبِّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ یعنی خدایا! یہ قوم مجھے ابھی سمجھ نہیں رہی ہے، تو ان سے درگذر کر اور ان پر راہِ حقیقت باز کر دے۔

یہ وہ وقت تھا جب کہ نہ صرف سچائی مظلوم تھی اور حق فراموش ہو چکا تھا، بلکہ نفس اور جہل کی فریب کاریوں نے صداقت اور ہدایت کا معیار بھی بدل ڈالا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ "دولت" اور "ہدایت" دو توام حقیقتیں ہیں۔ جو جتنا بڑا صاحب مال و اقتدار ہے، اتنا ہی بڑا راستی کا حق شناس اور رحمت الٰہی کا مستحق ہے۔ کس مپرسی اور ناداری کا مفہوم سوا اس کے کچھ نہیں ہے کہ وہ جس کے حصہ میں آئے، وہ اللہ کی رحمت و نوازش کا سرے سے استحقاق ہی نہیں رکھتا۔ اس نظریہ کی بنا پر وہ کہتے تھے کہ ایسا شخص اللہ کی ہدایت کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے جو یتیم، مفلس اور بے یار و مددگار ہو۔ گویا اس وقت بھی دنیوی وجاہت اور تمکن فی الارض کو اللہ کی محبوبیت اور راستی و ہدایت کی دلیل سمجھا جاتا تھا۔

یہی وہ جاہلانہ تصور تھا جو قرآنی آیات و بینات پر غور کرنے سے انھیں بے نیاز کیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے تھا، اور وہ بجائے اسکے کہ صداقت کو صداقت کی حیثیت سے جانچتے اور اسے اخلاق و حسن فطرت کی تجلی گاہوں میں ڈھونڈھتے، اسے سیم و زر کے ڈھیروں میں تلاش کرنے لگے - وہ رسول کے دعوائے رسالت کو اس بنا پر محل تعجب سمجھتے کہ بفرض محال اگر خدا کسی فرشتہ کے بجائے ایک بشرہی کو رسول بنا کر بھیجنے والا ہوتا، تو چاہیے تھا کہ وہ زر و جواہر سے لدا ہوتا اور عیش و تنعم کے پر بہار باغات ساتھ لیکر آتا - یہ کیا ماجرا ہے کہ خدا کا فرستادہ، اس کا پیغمبر، برگزیدہ اور چہیتا، اس خستگی اور بے سرو سامانی کی حالت میں ہو، غلاموں اور معمولی انسانوں کی طرح بازاروں میں پھرتا ہو، سارے عالم کی رحمت ہونے کا دعویٰ اور خود اپنی یہ کیفیت! اگر انسان ہی کو رسول بننا تھا تو مکہ یا طائف کا کوئی بڑا سردار بنتا - فاقے کرنے اور پیوند لگانے والا کیسے رسول بن سکتا ہے - چنانچہ جب وہ آپ کو دیکھتے تو طنز کے انداز میں کہتے:

اَھٰذَا الَّذِی یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ کیا یہی وہ (بزرگ) ہیں جو تمہارے معبودوں کی تحقیر کرتے ہیں -

پھر جب وہ پیغمبر سے نظر ہٹا کر اُس کے متبعین کو دیکھتے تو تعجب، تحیر سے بدل جاتا اور انکی بے نوائی سے پوچھتے:

اَھٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا - اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰکِرِیْنَ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہماری قوم میں سے چُن کر اپنی نوازشوں کیلیے مخصوص فرمایا ہے؟ کیا اللہ اپنے شکر گذار بندوں کے حال سے بھی واقف نہیں؟

یہ انکار و تعجب تو مورد ہدایت پر تھا - مگر خود ہدایت اور اس کے اصول اور اسکی تعلیمات پر وہ اس سے بھی زیادہ اجنبیت اور حیرت کا اظہار کرتے -

دین فطرت کے داعی نے جب انھیں خدا کے سوا ہر چیز کی پرستش سے منع کیا، تو ل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو بے جان و بے اختیار ٹھیرایا اور توحید کی دعوت دی تو قوم نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں کہ تم ایسی نرالی بات کہتے ہو جسے دنیا نے اپنی اتنی لمبی عمر کے باوجود اب تک نہ سنا تھا اَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ...... مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ - کیا اس شخص نے تمام خداؤں کو ایک خدا بنا دیا؟ یہ عجیب بات ہے! ہم نے تو ایسی بات پہلے لوگوں سے کبھی نہیں سُنی - یہ محض ایک گھڑی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے -

رسول اللہ صلعم نے جب انھیں تخلیق کائنات کی حکمت بتانی چاہی، جزا و سزا کا ناگزیر قانون ـــ جسکے اعتقاد پر ساری نیکیوں کا انحصار ہے ـــ پڑھکر سنایا، بعث بعد الموت کا فلسفہ بیان کیا، تو جواب ملا، تمہاری مجنونیت کی حد ہو گئی، جس جسم کے ذرے ہوا کی لامحدود وسعتوں میں منتشر ہو جائیں، زمین کے تاریک گوشوں میں دب کر رہ جائیں، ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں، اس کا از سر نو جسم و جان کے ساتھ اٹھ کھڑا ہونا کتنی عجیب بات ہے! ءَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً

پھر جب وہ دیکھتے کہ انہی جیسا ایک انسان اپنے آپ کو اللہ کا فرستادہ کہتا ہے، اور بیان کرتا ہے کہ رب السموات والارض کے پاس سے اسکو ہدایت مل رہی ہے تو ان کا دماغ فرط تعجب سے ماؤف ہو جاتا۔ وہ حیران ہو کر کہتے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ میں خدا کے پاس سے پیغام لایا ہوں، اور پیغام یہ سناتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی ہے:-

بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا

انھیں تعجب ہوا کہ انھیں میں سے ایک ڈرانیوالا (اللہ کا فرستادہ) آیا ہے۔ پھر کافروں نے کہا کہ اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شَیْءٌ عَجِیبٌ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا — دعویٰ تو اور بھی عجیب ہے، کیا مر کر خاک ہو جانے
ذَالِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ (ق-۱) — کے بعد ہم پھر زندہ ہو کر اٹھیں گے؟ یہ واپسی
تو بالکل بعید از عقل ہے۔

پیغمبر نے ان تینوں اصولی تعلیمات توحید، معاد اور نبوت پر خدا کی ارضی و سماوی بے شمار نشانیوں سے استدلال کیا۔ عام قوانین فطرت سے انکے استعجاب کو دور کرنا چاہا۔ صحیفۂ کائنات کی نمایاں حکمتوں کو پڑھکر سنایا۔ انھیں بار بار غور و فکر کی دعوت دی، اور آخر میں کہا، بتلاؤ تم خدا کے کن کن کرشموں کا انکار کروگے اور فطرت آفاق و انفس کے کن کن دلائل و آثار سے آنکھیں بند کروگے؟ لیکن ان تغافل کیشوں نے سب کا ایک ہی جواب دیا:۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا — اور ان کافروں نے کہا کہ جس چیز کی طرف تم
إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَ — ہمیں بلاتے ہو اسکے لیے تو ہمارے دل پردے
بَيْنِكَ حِجَابٌ۔ (حٰم سجدہ-۱) — میں ہیں، ہمارے کانوں میں گرانی ہے، اور
ہمارے تمہارے مابین ایک حجاب پڑا ہوا ہے۔

اور ان کا یہ جواب کچھ غلط بھی نہ تھا۔ قرآن نے بھی اس کی تصدیق کی۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ طعن و تمسخر کے پردے میں کہہ رہے تھے، قرآن نے اس پردہ کو اٹھا کر حقیقت حال کی عریاں تصویر پیش کر دی:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ — وہ دل رکھتے ہیں مگر اس سے سوچتے نہیں،
أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ — وہ آنکھیں بھی رکھتے ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں،
آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ — ان کے پاس کان بھی ہیں پر وہ ان سے سنتے نہیں۔ یہ تو
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (اعراف-۲۲) — جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بد عقل اور گمراہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخر یہ دل رکھتے ہوئے نہ سوچنے، کان رکھتے ہوئے نہ سننے اور آنکھیں رکھتے ہوئے نہ دیکھنے کا مطلب کیا ہے؟ یہ محض زجر و توبیخ نہیں ہے، بلکہ ایک حقیقت کا بے کم و کاست اظہار ہے۔ دراصل اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کی تعلیمات اور کفار کے مذاق میں بُعد المشرقین ہے۔ قرآن میں مظنونات اور قیاسات نہیں ہیں بلکہ خالص علم ہے۔ وہ حقائق اشیاء کو، جیسی کہ وہ ہیں، ہو بہو دیکھتا ہے اور آثار فطرت کی شہادت سے انسان کو ان تک پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ خواہشات کے بجائے عقل، اور نفس حیوانی کے بجائے فطرت انسانی کو براہ راست خطاب کرتا ہے۔ اس نے اخلاق اور معاملات کے جس قدر اصول و قوانین بیان کیے ہیں ان میں بھی خالص عقلیت اور بے آمیز فطرتیت ہے۔ اس کو سمجھنے اور اس کی پوری پوری قدر کرنے کیلیے ایسی عقل کی ضرورت ہے جو خواہشاتِ نفس کی بندگی اور روایت پرستی سے آزاد ہو کر سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ ایسی بے رنگ نگاہ کی ضرورت ہے جس پر ظنون اور قیاسات اور رجحانات نفس کی رنگین عینکیں چڑھی ہوئی نہ ہوں۔ ایسی صحیح فطرت کی ضرورت ہے جس کو نفس حیوانی کی دست بردنے یا آباو اجداد کی اندھی تقلید نے، یا ماحول کے برے اثرات نے، یا قیاسی علوم کی خامیوں نے اتنا مجروح نہ کر دیا ہو کہ وہ ان بندشوں سے آزاد ہو کر کسی سچی اور حقیقی بات کو قبول ہی نہ کر سکتی ہو۔ جاہلیت کی آغوش میں جو لوگ صدیوں سے پرورش پا رہے ہوں وہ ان صفات سے عاری ہوتے ہیں۔ رسوم اور خواہشات کی غلامی سے نہ انکی عقل آزاد، نہ نظر آزاد، نہ فطرت آزاد۔ وہ صرف ایسی تعلیم مانگتے ہیں جو انکے ظنون و اوہام، انکی رسوم پرستی، اور انکی خواہشات نفس کے مطابق ہو۔ مگر قرآن انکے سامنے خالص عقل اور خالص علم اور خالص فطرت کی باتیں پیش کرتا ہے۔ اسلیے اسکی ہر ہر بات کو سُن کر وہ کان کھڑے کرتے ہیں۔ ہر چیز کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو نرالی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چیز ہے۔ ہماری تو سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ ہمارے لیے تو یہ بالکل اجنبی اور نامانوس چیز ہے۔

اسی لیے قرآن مجید بار بار کہتا ہے کہ جہالت اور ہوا پرستی (جسے وہ اپنی زبان میں فسق اور ظلم سے تعبیر کرتا ہے) کا غلاف جس آنکھ پر پڑا ہو وہ میری ہدایت کی روشنی نہیں دیکھ سکتا اور نہ اس سے بہرہ ور ہو سکتا ہے، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ (الصف - ۱)

یہ روشنی صرف اسی کو مل سکتی ہے جو فطرت سلیمہ کی خالص بصیرت سے پوری توجہ و انابت اور حضوری قلب کے ساتھ اسے ڈھونڈھے۔ اِنَّ فِي ذَالِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (ق - ۳) ایک جگہ پوری طرح حصر کے ساتھ فرمادیا ہے کہ صرف عقل رکھنے والے ہی نصیحت پذیر ہو سکتے ہیں اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (رعد - ۳)

ہدایت کا یہی فلسفہ آیتِ ذیل میں بیان ہوا ہے :-

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ - (بقرہ - ۳)

اسی قرآن کے ذریعہ خدا بہتوں کو گمراہ کرتا اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے، اور اس سے گمراہ صرف انہی لوگوں کو کرتا ہے جو فاسق ہیں۔

اور ہدایت کیلیے ضرورت کس چیز کی ہے؟ محض عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کی اور محض صداقت کی حقیقی طلب کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے دلائل کی تفصیل کرنیکے بعد فرماتا ہے :-

اِنَّ فِي ذَالِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى (طٰہٰ - ۷)

ان کے اندر عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اور :-

ذَالِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک کی کوئی بات نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ہدایت ہے متقیوں کیلیے ۔

"ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ" کے دو لفظوں میں اسرار ہدایت کی پوری داستان سمیٹ دی گئی ہے جسکے اندر حقائق کا ایک پورا خزانہ پوشیدہ ہے ۔ تقویٰ کہتے ہیں روح انسانی کی حمایت اور نفس حیوانی و جذبات پرستی کی مخالفت کو، اور اسلام کا دنیا سے اس کے سوا کوئی مطالبہ نہیں کہ وہ اپنی عقل اور اپنی انسانی فطرت کو ہویٰ سے پاک کرے، اور اسکو قبول صداقت کیلیے صالح بنالے ۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (والشمس)

اور قسم ہے نفس کی اور اسکی جس نے اسکا توازن درست کرکے بدکاری اور تقویٰ دونوں کی سمجھ اسے دیدی، کہ کامیاب ہوا وہ جس نے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے خواہشات سے مغلوب کردیا ۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (النازعات)

اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو ہویٰ سے روکا اس کا ٹھکانا جنت ہے ۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (الزمر ۴)

جو سچی بات لیکر آیا اور جس نے سچی بات کو قبول کیا بس وہی متقی ہیں ۔

قرآن کے فہم و ادراک اور اسکی صداقت کو قبول کرنے میں اپنی صفات کا فقدان مانع ہوتا ہے ۔ اسلیے قرآن کہتا ہے کہ جن لوگوں میں تقویٰ نہیں ہے، جن کے اندر قبول صداقت کا اندرونی رجحان ہی نہیں ہے ان کے لیے میں ہدایت نہیں ہوں، بلکہ ان کیلیے مزید گمراہی کا سبب بن جاتا ہوں، کیونکہ وہ ضد اور شقاق کے ساتھ جتنا جتنا مجھ سے بُعد اختیار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرینگے اتنے ہی گمراہ ہوتے چلے جائینگے۔

اسی لیے یہ کتاب بار بار انسان کی عقل اور اسکی فطری سمجھ بوجھ سے اپیل کرتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ اپنی فکر و نظر کو جاہلیت کے پردوں سے نکال کر میری آیات پر غور کر:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد ۳) کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا انکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

پھر اسی عتاب کو یوں ظاہر کیا جاتا ہے:-

وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (انعام-۴) دنیا کی زندگی محض کھیل کود ہے، دار آخرت (کی نعمتیں) تقویٰ اختیار کرنیوالوں کیلیے بہتر ہیں کیا تم سوچتے نہیں۔

حتی کہ جس روز اس جہالت کا سارا طلسم حیرت ٹوٹ جائیگا اس روز بھی ان پر یہی جرم اور انھیں الفاظ کے ساتھ عائد کیا جائیگا۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْکُمْ جِبِلًّا کَثِیْرًا اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (یٰسین-۴) اور شیطان نے تم میں سے ایک بڑے گروہ کو گمراہ کردیا، کیا تم (اسوقت دنیا میں) عقل سے کام نہیں لے رہے تھے۔

اس وقت انکی آنکھوں سے پردے ہٹ چکے ہونگے اور انھیں خود حسرت ہوگی تو صرف یہی کہ:-

لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (ملک-۱) اگر ہم (دنیا میں) سنتے اور سمجھتے ہوتے تو آج دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

خدا کی سنت عقل کو چھوڑ کر کسی اور چیز کو میدان بحث میں لاتی ہی نہیں۔ - بقیہ بر جبسہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کفار کی ناعاقبت اندیشی اور ان کے انکار و جحود پر اپنی شفقتوں کی وجہ سے ملول ہوتا ہے اور اسکی نگاہیں اوپر اٹھتی ہیں کہ کاش اللہ کوئی صورت ان کے ایمان لانیکی پیدا کردے، اور معجزات دکھا کر انھیں مطمئن کردے، تو خدا کا وہ قانون جو صرف عقل و تذکّر کو درخورِ اعتنا سمجھتا ہے، پیغمبر کے اس ہمدردانہ جذبہ پر تنبیہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ (انعام - ۴) یعنی اے پیغمبر تم جاہلوں کی سی روش مت اختیار کرو۔ غور کرو پیغمبر کا جذبہ کتنا بلند، صالح اور پاکیزہ ہے، مگر کن الفاظ میں اس کو متنبہ کیا جا رہا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تم عقل اور جاہلیت کی اس جنگ میں اپنی خواہش کو درمیان نہ لاؤ، کیونکہ تمہاری خواہش پاکیزہ ہی سہی، مگر ہے تو جانب مخالف کی چیز!

یہ ہیں قرآنی تعلیمات اور اصول ہدایت۔ اب دیکھو کہ اس کے منکرین کا حال، ان کا قائم کردہ معیار ہدایت، اور ان کا نظریہ حیات کیا تھا؟ اس کا جواب تاریخ سے پوچھو جو تمھیں بتائیگی کہ ان کے جیب و دامن میں جاہلیت کے سوا کچھ تھا ہی نہیں۔ عقل و فطرت کے مقتضیات مجروح بلکہ مدفون ہو چکے تھے۔ انھیں اپنے مناصب سے معزول کرکے نفس حیوانی کی چاکری پر لگا دیا گیا تھا۔ نفس، جذبات حیوانی کی تسکین کا جو طریقہ ایجاد کرتا، عقل کیلیے ضروری تھا کہ اس کو معقولیت، علم، اور مذہبی تقدس کے خوشنما لباس پہنائے، اسکے لیے جواز کے دلائل فراہم کرے اور اسکو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے وسائل ایجاد کرے۔ شراب خوری، قمار بازی، سود، قتل اولاد، عریانی اور فحش کاری پر کہیں ادبِ لطیف کا اور کہیں آرٹ کا، اور کہیں مذہبی تقدس کا، اور کہیں معاشی فلاح و بہبود کا، اور کہیں اخلاقی جواز کا خوشنما غلاف چڑھایا گیا تھا۔ انسانی فطرت اتنی دب گئی تھی کہ وہ ان کے خلاف بغاوت کا خیال بھی دل میں نہ لا سکتی تھی۔ مال و زر کی کثرت خدا کے ہاں مقبول ہونیکی سند مانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتی تھی۔ باپ دادا کا طریقہ خدا کا تسلیم کردہ طریقہ مانا جاتا تھا۔ محسوسات کی پرستش کے وہ اتنے خوگر ہو چکے تھے کہ اس کے علاوہ کسی طریقۂ عبادت کا تصور ہی ناممکن ہو گیا تھا۔ غرض علمی و اعتقادی اور عملی دونوں حیثیتوں سے وہ عقل کو خیرباد کہہ چکے تھے۔ آزادانہ غور و فکر ان کی شریعت میں سب سے بڑا جرم تھا، دین و دنیا کے تمام معاملات کا فیصلہ کرنے والا ان کا نفس حیوانی تھا۔ بصیرت کی آنکھیں پھوٹ چکی تھیں۔ قلب کی صلاحیتیں مسخ ہو چکی تھیں۔ تدبر کے کان بہرے ہو چکے تھے۔ انکی ساری جدوجہد اپنے غیر عقلی میلانات کی تکمیل میں صرف ہو رہی تھی۔ دنیا ان کی معبود بن چکی تھی۔ محسوسات پرستی انکے فکری اور مذہبی کمال کی آخری معراج تھی۔ یعنی انھیں "حیوان" بننے پر فخر تھا۔ وہ اس تاریکی میں تھے جسکو کوئی روشنی دور نہیں کر سکتی تھی۔ ان کی اسی حالت کو قرآن کبھی اس طرح تعبیر کرتا ہے کہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے (تطفیف-۱)۔ کبھی کہتا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے (البقرہ-۱)

اب دونوں چیزوں --- قرآن کی دعوت اور منکرین کی ذہنی صلاحیت اور دماغی کیفیت --- کو بالمقابل رکھ کر دیکھو کہ قرآنی تعلیمات سے یہ انکار، یہ تمرد، یہ تعجب، یہ استہزاء اور استنکاف کس بنیاد پر تھا۔ تمہیں صاف نظر آئیگا کہ بس ایک ہی چیز تھی جو دونوں کے درمیان حائل تھی، یعنی جہالت، نفس پرستی، آباء پرستی، ماضی پرستی اور محسوسات پرستی۔ ظاہر ہے نقیضین کا اجتماع کسطرح ممکن ہے۔ اس تباینی کیفیت میں جبکہ ایک کی بنیاد عقل و فطرت پر ہو اور دوسرے کی نفس حیوانی اور جہالت پر، ایک کی ابجد غور و فکر سے ہو اور دوسرے کی ابتدا ذبح فطرت اور قتل انسانیت پر، ایک کا قدم اول عرش پر پڑے اور دوسرے کا کعبۂ مقصود پیٹ یا شہوت ہو، ایسی حالت میں دونوں کا مصالحت کر لینا اور باہم گلے مل جانا اتنا ہی زیادہ ناممکن ہے جتنا حق کا باطل یا باطل کا حق ہو جانا۔ جن کا حال یہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ وہ اوپر سے انسان اور اندر سے بہائم ہوں بلکہ جہالت اور ہوس رانی کی دوڑ میں بہائم سے بھی آگے نکل گئے ہوں وہ اُس دعوت کو سمجھتے تو کیسے اور قبول کرتے تو کس طرح جس کو جہل اور رسوم پرستی اور اندھی تقلید اور بندگی نفس سے ازلی بیر ہے۔ اگر وہ حق سے نہ بدکتے، اُس سے وحشت نہ کھاتے، اس سے بیگانگت اور اجنبیت نہ محسوس کرتے تو مقام تعجب تھا۔ (باقی)

دو جلیل القدر کتابیں کوڑیوں کے مول

تفسیر ابن کثیر (عربی مصری) اہلِ علم کو معلوم ہے کہ بسیط ارض پر اس پایہ کی کوئی تفسیر کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی گویا جسکے پاس یہ کتاب ہو اسکے پاس فن تفسیر اور معارف قرآن کا معتمد ترین ذخیرہ موجود ہے۔ پہلے اسکی قیمت چالیس روپے تھی اب جدید طبع ہو کر آئی ہے اور قیمت میں حیرت انگیز کمی کر دی گئی ہے یعنی اسوقت صرف ساڑھے بارہ (عللہ) روپے میں آپکو مل سکتی ہے۔

فتح القدیر شرح ہدایہ (مصری) علمائے کرام اور ارباب فتویٰ جانتے ہیں کہ فقہ حنفی میں یہ کتاب اعلیٰ درجہ کی معتمد اور مستند مانی جاتی ہے اسکے مصنف حضرت امام ابن ہمامؒ کو مجتہد فی المذہب تسلیم کیا گیا ہے۔ پہلے اسکی قیمت ساٹھ روپے تھی ابھی ابھی جدید طبع ہو کر آئی ہے اور اسوقت صرف بائیس (عللہ) روپے میں آپکو مل سکتی ہے عنایہ شرح ہدایہ اور حاشیہ چلپی بھی حسب سابق اسکے ساتھ ہے۔

کتب بالا اور ہر قسم کی علمی و دینی کتابیں مناسب قیمتوں پر ملنے کا پتہ :-

دفتر الفرقان بریلی (یو-پی)

© rasailojaraid.com